**ساڑھے آٹھ سو**

آج یونیورسٹی سے واپسی پر میلے کپڑوں میں ایک بزرگ آدمی دیکھا۔ وہ پل پر پیدل چل رہا تھا۔ جب میری نظر اس پر پڑی وہ پل کی اونچائ چڑھ چکا تھا۔ مطلب کہ دشوار چڑھائ پہلے ہی زیر ہو چکی تھی۔ اسکے کپڑے اتنے میلے تھے کہ لوگ یقینا" اسے منشیات استعمال کرنے والا سمجھ رہے ہوں گے ، اگر میرا اندازہ غلط بھی ہے تب بھی زیادہ سے زیادہ اسے بھیکاری ہی تصور کیا گیا ہوگا۔ لوگ کبھی بھی گاڑی والوں سے لفٹ نہیں مانگتے کیونکہ ان سے امید رکھنا جہالت ہے اور الحمدللہ مجبور شخص جاہل نہیں ہوتا۔خیر، مجھے معلوم نہیں کہ وہ بزرگ خود کو اتنا کمتر سمجھتا تھا یا لاہور کے لوگوں کو اتنا متکبر کہ وہ صرف خستہ حال موٹر سائیکل والوں کو ہی اشارہ کر رہا تھا۔ اور اشارہ بھی ایسے کہ ہاتھ صرف کمر تک بلند کرتا اورسیدھا سامنے دیکھتا چلا جاتا ، مانو لفٹ ملنے کی اسے کوئ امید ہی نہیں۔اس بزرگ کی آنکھوں میں ندامت تھی۔ آپ کسی یونیورسٹی کے طالب علم کا حلیہ تصور کیجیے چونکہ دیکھنے میں طالب علم اچھے گھرانے سے لگتے ہیں اس لیے اس نے مجھے بھی اشارہ نہ کیا۔

میرا ماننا ہے اگر آپ حقیقت میں سوگ دل چاہتے ہیں۔ تو راہ گیر کو اپنے ساتھ سواری پر بیٹھا لیں اللہ دل نرم کر دے گا۔ میں تھوڑا آگے جاکر رکا ، اسے پھر بھی احساس نہ ہوا کہ میں اسے لفٹ دینے کیلیے رکا ہوں۔ وہ میرے پاس سے گرز گیا۔ میں نے آواز دی "بزرگو! خیریت ؟" وہ پاس آئے کہنے لگے "پتر میں تے قینچی جانا اے ، مینوں کس آکھیا اے سڑک سدھی قینچی جڑ وینجھی۔" میں نے کہا "میں چھوڑ دوں؟" ۔"جیوے سوہنا جوان، رب افسر لواوے ، ماں پیو نوں سلامت رکھے" دعاوں کا انبار تھا۔ کہنے لگے "پتر مینوں قینچی لا دویں ، جے نہیں جانا تے اس سڑک تے لا دویں، میں سدھا چل ساں، کدی تے آ سی۔"

اب میرا آپ سے ایک سوال ہے کہ آپکی نظروں میں ساڑھے آٹھ سو کی کیا حیثیت ہے؟ اچھے ہوٹل سے پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتے ہیں۔بہترین گھڑی خرید سکتے ہیں۔ کسی کو تحفہ خرید کر دے سکتے ہیں۔ یہ سوال اس لیے کیونکہ آگے اسکی ضرورت پیش ائے گی۔ سفر چلتا رہا اور انکی دعائیں بھی۔ پھر انہوں نے کچھ اپنے بارے میں بتایا میں انکی زبان سہی سے بول نہیں سکتا لیکن باتیں کچھ یوں تھیں "میں کدی لاہور آن دا سوچنا وی نہیں، بس مجبوری بن وے سی، میرا دنیا چے کو نی، میری ماں تے میرا اللہ بس ، میں رہنا ڈیرہ غازی خاں، ماں میری اوتھے، میں وی اوتھے، کوئ بھرا نی کوئ پین نی، لاہور چے وی کو نی، جیوے میری سوہنی ماں مینوں گھن آٹھ سو نقد دتا، جا لاہور چل جا ، میں تے اٹھے ہک بندے نوں ملنا ای۔" یہ باتیں پھر کچھ وقفہ، جس میں اللہ کی بڑائ بیان کی اور کہا جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ۔پھر کہنے لگے " بندے کول پیسہ ہون تے ماں تے لٹا دوے ، پیسیاں دی کی اوقات۔" پھر وقفہ اور اس بار میرے والدین کے لیے دعائیں، یہ وقفہ طویل تھا ۔ " میں تے اتھے آن دا سوچا وی ناں، میں بندے نوں ملیا سی سترہ سال پہلے اوس میری مدد کیتی سی۔ بزرگ آدمی سی پتا نہیں مرگیا جیندا اے، اے سنیا سی قینچی رہندا۔" مجھے اپنے پر افسوس ہونے لگا کہ یہ شخص سترہ سال پہلے کی گئ مدد کو نہیں بھولا ، اور میں ہر لمحہ مدد کرنے والے اللہ کی یاد سے غافل رہتا ہوں۔ پھر احساس ہوا ہماری خصلت میں مادیت پرستی ہے، پیسے والے کو نہیں بھولتے۔

خیر سفر چلتا رہا ، اب آپکو اس آٹھ سو والے سوال کا جواب ملے گا۔ مجھے بتانے لگے "میں تے لاری اڈے بڑے ترلے کیتے، اونھا رب دا واستہ دتا، اللہ دا واستہ دتا، اللہ دے ناں تے کیا کہ مینڈھے کول پیسے کو نی. میونوں لے جاو، او تے کیندھے رب نوں چھڈ سانوں ساڑھے آٹھ سو دے۔ میں ہک ہک گڈی آلے دے ترلے کیتے ساڑھے آٹھ سو توں ہک روپے کم نہیں منگے۔مینڈے کول پیسے ہوندے تے ماں تے قرباں۔ پیسیاں دی کی اوقات۔ فیر میں پولیس والے نوں پوچھیا قینچی کتھے ایک بزرگ آدمی رہندا اوتھے ، اوس دسیا اے لاہور اتھے بوہے نال نوہا ہوے تا وی بندے دا نی پتا چل سی۔ میں سترہ سال پہلے ملیا اونو، بڑا چنگا، جے مل گیا تے واپسی دا کرایا وی دے سی تے نالے رات دی روٹی وی ہوسی۔ باقی رب تیرے ماں پیوں نوں رندگی دیوے۔۔۔"

مجھے نہیں معلوم کیا وہ صرف اس بندے سے مدد کے لیے لاہور آیا تھا، یا یہاں مزدوری دھوندھنے آیا تھا اور پیسے ختم ہو گئے میں اس کے لاہور آنے کی وجہ نہیں جانتا، مگر اسکے قینچی جانے کی وجہ سے واقف ہوگا تھا۔ اسے اسکی منزل پر اتارا ، دعائیں سمیٹیں اور میں چل دیا۔ جاتے وقت بھی اسکا وہی انداز، زرا بھر بھی مایوسی نہیں، زرا بھر بھی نہیں لگتا تھا وہ پریشان ہے کہ اتنے بڑے شہر میں اگر وہ آدمی نہ ملا تو کیا ہوگا۔ہمارے دیندار لوگ اتنا توکل اللہ پر نہیں کرتے ہوں گے جتنا وہ بزرگ اس بندے پر کیے ہوئے تھا ۔ساڑھے آٹھ سو ؛ یہ وہ رقم ہے جو مجھے عمر بھر نہیں بھولے گی، ماں کو بیٹے سے دور کرنے والی رقم، پیدل سڑکوں پر زلیل کروانے والی رقم، لوگوں کے آگے بھیک منگوانے والی رقم۔ آپ لوگ ساڑھے آٹھ سو روپے میں اچھے ہوٹل میں پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتے ہیں، بہترین گھڑی خرید سکتے ہیں، کسی کو تحفہ خرید کر دے سکتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک اگر ساڑھے آٹھ سو کسی بزرگ کے پاس ہوں ، تو وہ مقبول حج کر سکتا ہے۔ اللہ ہم میں سے کسی کو بھی ساڑھے آٹھ سو کیلیئے کسی کا محتاج نہ کرے۔(آمین)